اسلام میں احترامِ انسانیت

اور خدمت کا تصور

مصنف

مفتی امام الدین سعیدی

ناشر

اولیاء کونسل آف نارتھ امریکہ

اسلام میں احترامِ انسانیت

اور خدمت کا تصور

مفتی امام الدین سعیدی

ناشر
اولیاء کونسل پبلیکیشن

سلسلۂ مطبوعات نمبر (۰۳)

کتاب: اسلام میں احترامِ انسانیت اور خدمت کا تصور

تصنیف: مفتی امام الدین سعیدی

تزئین: محمد آفتاب عالم قادری

اشاعت: ۱۴۴۷ھ/۲۰۲۵ء

تعداد: ۵۰۰

ضخامت: 34/ صفحات

قیمت: ۵۰/ روپئے

ناشر: اولیاء کونسل پبلیکیشن

ISLAM MEIN EHTRAM-E-INSANIYAT AUR KHIDMAT KA TASAWWUR

By: **Mufti Imamuddin Saeedi**

Published by: Auliya Council Publication, 85 Mt Hope Rd, Mahopac, NY 10541, United States

Email: auliyacouncil@gmail.com

فہرست

تقدیم 6
احترام انسانیت 12
غیر مومن سے تعلق و حسن سلوک کا حکم 14
موالات و مودت کی ممانعت کا مفہوم 14
ممنوع صورت و نوعیت 15
غیر مسلم سے موالات کی دو صورتیں ہیں 17
تعلق کی جائز صورتیں 17
خدمت انسانیت کا تصور 20
مشائخ کے فرمودات و معمولات 23
خدمت خلق کا آفاقی تصور 28
کھانا کھلانا 30
خدمت صوفیہ کے امتیازات اور اس کی عصری معنویت 31
ضروری اصلاحات 34
خدمت کے جدید تصورات 35

انتساب

مرشدِ زماں

داعی اسلام شیخ ابو سعید شاہ احسان اللہ محمدی صفوی دام ظلہ

کے نام

جن کی صحبت کیمیا اثر نے جوہر علم و عرفان عطا کیا اور اس لائق بنایا

تقدیم

ڈاکٹر مہدی کاظمی

صدر اولیاء کونسل آف نارتھ امریکہ، ماہوپیک، نیویارک

مجھے انتہائی مسرت ہے کہ میں مولانا امام الدین سعیدی صاحب کی تازہ تصنیف "اسلام میں انسانی عظمت اور خدمتِ خلق" کی دل سے تحسین پیش کروں۔ یہ ایک بروقت اور نہایت ضروری کاوش ہے، جو دو ایسے موضوعات کو نہایت خوبصورتی سے یکجا کرتی ہے جو اسلام میں ایک دوسرے سے جدا نہیں: انسان کی خداداد عظمت اور انسانیت کی خدمت کا فریضہ۔ اس کتاب میں مولانا سعیدی نے نہایت بلیغ انداز میں خدمت کو عبادت اور انسانی عظمت کو ایمان کے بنیادی پہلو کے طور پر پیش کیا ہے۔

اسلام کی اساس ہی انسانی جان کی حرمت اور شرافت پر قائم ہے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

"اور بے شک ہم نے آدم کی اولاد کو بزرگی بخشی" (بنی اسرائیل ۷۰)

اس آیت کے ذریعے یہ اعلان کیا گیا کہ ہر انسان کو عزت و شرف عطا کیا گیا ہے، خواہ اس کا تعلق کسی نسل، جنس یا سماجی حیثیت سے ہو۔ یہی مساوات نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں جھلکتی ہے، جہاں آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی عرب کو کسی عجمی پر، اور کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت نہیں، سوائے تقویٰ اور نیک اعمال کے۔ قرآن مزید ارشاد فرماتا ہے کہ ایک بے گناہ

انسان کا قتل ساری انسانیت کے قتل کے برابر ہے اور ایک جان بچانا پوری انسانیت کو بچانے کے مترادف ہے (المائدہ ۳۲)

یہی انسانی عظمت اسلامی تعلیمات میں خدمتِ خلق کے تصور سے جڑی ہوئی ہے۔ خدمتِ انسانیت اسلام میں کوئی اختیاری نیکی نہیں، بلکہ ایک مقدس ذمہ داری اور عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے نزدیک سب سے محبوب وہ شخص ہے جو دوسروں کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔" اس لیے غریبوں کی خبر گیری، بھوکوں کو کھانا کھلانا، بیماروں کی تیمارداری، اور مظلوموں کی مدد محض نیک اعمال نہیں بلکہ ایمانی اور اخلاقی فرائض ہیں۔ اسلام نے زکوٰۃ (لازمی صدقہ) اور صدقہ خیرات (نفلی انفاق) کے ذریعے یہ یقین دہانی کرائی ہے کہ رحم دلی، سخاوت اور سماجی ذمہ داری مؤمن کی زندگی کے بنیادی اوصاف بنے رہیں۔ خدمت کا یہ دائرہ صرف اجنبیوں تک محدود نہیں بلکہ والدین، رشتہ داروں، پڑوسیوں اور پوری برادری تک پھیلا ہوا ہے۔ والدین کی خدمت، یتیموں کی پرورش اور بیواؤں کی دستگیری کو قرآن و سنت میں ایمان اور نیکی کے اعلیٰ درجہ کے اعمال قرار دیا گیا ہے۔

یوں اسلام نے انسانی عظمت اور خدمتِ انسانیت کو ایک ہی سکے کے دو رُخ کے طور پر پیش کیا ہے۔ عظمت ہمیں ہر انسان کی قدر پہچاننے کا شعور دیتی ہے اور خدمت اس شعور کا عملی اظہار ہے۔ دونوں مل کر ایک ایسے اسلامی معاشرے کی اخلاقی سمت طے کرتے ہیں جو عدل، رحم اور شفقت پر قائم ہوتا ہے۔

چنانچہ مولانا سعیدی صاحب نے اپنی تصنیف کے لیے اس موضوع کا انتخاب نہایت موزوں فرمایا ہے۔ آپ چونکہ سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کی روحانی روایت سے وابستہ ہیں اور میاں حضور ابو سعید صفوی کے مخلص مرید ہیں، اس لیے یہ موضوع آپ کی شخصیت اور طرزِ زندگی کا بھی عکس ہے۔ کئی برسوں تک آپ کی شاگردی کا شرف حاصل کرنے کے بعد میں نے خود آپ کے

نرم مزاج، شفقت، اور اس پختہ عزم کو قریب سے دیکھا ہے کہ خدمت اور انسانی عظمت کو عملی زندگی کا مرکز بنایا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ایسے استاد اور رہنما کا قلم اسی موضوع پر چلنا بالکل فطری ہے جس نے اپنی زندگی کو اسی مقصد کے لیے وقف کر رکھا ہے۔

یہ کتاب محض علمی تحقیق نہیں بلکہ ایک ایسے شخص کی عملی زندگی کا عکس ہے جو انسانی عظمت کے احترام اور خدمتِ خلق کی راہوں پر مستقل گامزن ہے۔

❁❁❁

Dedication

Dr. M. Mehdi Kazmi

President, Auliya Council of North America

I am honored to present:"The Concept of Human Dignity and Service in Islam." Authored by my esteemed teacher and Ustad, **Maulana Imamuddin Saeedi**, former Deputy Mufti Azam of Nepal.

It gives me immense pleasure to offer heartfelt appreciation for Maulana Imamuddin Saeedi's latest work, *"Islam Mein Insani Azmat aur Khidmat-e-Khalq" (Human Dignity and Service to Humanity in Islam)*. This is a timely and much-needed contribution, beautifully weaving together two themes that are inseparable in Islam: The God-given dignity of human beings and the sacred duty of serving humanity.

In this book, Maulana Saeedi eloquently presents service as an act of worship and human dignity as a fundamental aspect of faith. The very foundation of Islam rests upon the sanctity and nobility of human life. The Qur'an proclaims:

"And indeed, We have honored the children of Adam" (al-Isra, 17:70).

Through this verse, it is declared that every human being is

endowed with dignity and honor, regardless of race, gender, or social standing. This principle of equality is reflected in the teachings of the Prophet ﷺ, who said that no Arab has superiority over a non-Arab, nor a white person over a black person, except by virtue of piety and righteous deeds. Furthermore, the Qur'an states that killing an innocent person is like killing all of humanity, and saving a single life is akin to saving the whole of humankind (al-Ma'idah, 5:32).

Human dignity in Islamic teachings is deeply connected to the idea of service. Serving others is not considered an optional act of virtue, but rather a sacred obligation and form of worship. The Prophet ﷺ said: *"The most beloved of people to Allah are those who bring the greatest benefit to others."* Hence, caring for the poor, feeding the hungry, nursing the sick, and aiding the oppressed are not merely good deeds—they are spiritual and moral duties. Through both obligatory charity (Zakat) and voluntary giving (Sadaqah), Islam ensures that compassion, generosity, and social responsibility remain central traits of the believer. This ethic of service extends beyond strangers to include parents, relatives, neighbors, and the wider community. The Qur'an and Sunnah place immense value on serving one's parents, nurturing orphans, and supporting widows as acts of faith and supreme virtue.

Thus, Islam presents human dignity and service as two sides of the same coin. Dignity awakens in us the awareness of every person's worth, while service gives practical expression to that awareness. Together, they set the moral direction of an Islamic society founded on justice, compassion, and mercy.

For this reason, Maulana Saeedi's choice of subject for his book is profoundly fitting. Being rooted in the Chishti-Nizami Sufi tradition and a devoted disciple of Hazrat Abu Saeed Safavi, his spiritual lineage naturally embodies the union of dignity and service. Having had the honor of being his student for many years, I have personally witnessed his gentle temperament, kindness, and unwavering commitment to making human dignity and service the center of his life. It is only natural that such a teacher and guide would write on this theme, for he has lived it throughout his life.

This book, therefore, is not merely a scholarly treatise but a reflection of a life devoted to honoring human dignity and walking steadfastly on the path of service to humanity.

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

احترام انسانیت

بلاشبہ اس کائنات میں انسان اللہ کی سب سے بہترین مخلوق ہے جسے قرآن نے "اشرف المخلوقات" قرار دیا۔ جو شرف و فضیلت انسان کو حاصل ہے وہ کسی دوسری مخلوق کو نہیں اسی لیے دنیا کے مختلف مذاہب اور فلسفے انسانیت کی تعظیم و تکریم پر زور دیتے ہیں، لیکن اسلام نے جس وسعت، گہرائی اور عملی پہلو کے ساتھ تکریمِ انسانیت کا تصور پیش کیا ہے وہ اپنی نوعیت میں منفرد ہے۔ سب سے پہلے آیات واحادیث کی روشنی میں اس کی اہمیت و حساسیت کو بیان کیا جارہا ہے اور پھر اس پر ایک تحقیقی جائزہ پیش کیا جائیگا۔

قرآنی آیات

قرآنِ کریم نے انسان کی تکریم واحترام کو بنیادی اصول قرار دیا ہے اور اس کی عظمت و کرامت کو یوں بیان کیا ہے "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا" [الاسراء ۷۰]

(بیشک ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور انہیں خشکی و تری میں سوار کیا اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انہیں فضیلت دی)

متعدّد اقوال ائمہ کی روشنی میں حافظ ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ انسان کو یہ عزت، علم، عقل، حسن قامت، زبان کی قوتِ اظہار اور کائنات کی مسخر شدہ نعمتوں کی صورت میں دی گئی۔ (تفسیر ابن کثیر)

ایک مقام پر قرآن کا ارشاد ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (التین:۴)
بے شک ہم نے انسان کو بہترین (اعتدال و توازن) والی ساخت میں پیدا فرمایا ہے۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ احسن تقویم ہی سبب تکریم و تعظیم ہے اور یہ تمام بنی نوع انساں کے ساتھ مختص ہے۔

احادیث و آثار

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **من قتل معاهدا لم یرح رائحة الجنة و ان ریحها توجد من مسیرة اربعین عاما**۔ (بخاری حدیث ۲۹۹۵)

جس نے کسی معاہد (غیر مسلم شہری) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک محسوس ہوتی ہے

حضرت عبد الرحمن ابن ابی لیلی بیان کرتے ہیں کہ حضرت سہل بن حنیف اور حضرت قیس بن سعد قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ایک جنازہ گذرا آپ دونوں کھڑے ہو گئے۔ ان سے کہا گیا کہ یہ تو یہاں کے ایک غیر مسلم شہری کا جنازہ ہے۔ تو انہوں نے کہا: **ان النبی ﷺ مرت به جنازة فقام، فقیل له: انها جنازة یهودی، فقال الیست نفسا** (متفق علیہ)

ایک بار رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گذرا تو آپ کھڑے ہو گئے آپ سے عرض کیا گیا کہ یہ ایک یہودی کا جنازہ ہے تو آپ نے فرمایا کہ کیا یہ انسانی جان نہیں ہے؟

ان روایتوں سے یہ بات واضح ہے کہ بلا تفریق مذہب ملت تمام انسانوں کی جان محترم ہے اور اس کی تکریم کا درس ملتا ہے اب رہی یہ بات کہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ ایک مسلم کا رویہ کیسا ہونا چاہیئے اور ان کے ساتھ معاملات و برتاو کی نوعیت کیا ہو جس سے سماج

میں امن و امان اور ہم آہنگی پیدا ہو اسو اس سلسلے میں ممنوع و مشروع دونوں کی قسم کی آیات کو پیش کیا جارہا ہے اور اس کی توضیح و تصریح بھی تاکہ اس مسئلہ کو آسانی سے سمجھا جاسکے۔

غیر مومن سے تعلق و حسن سلوک کا حکم

انسان جس معاشرہ و تہذیب میں زندگی گذارتا ہے اُس میں مختلف مذاہب و مسالک کے لوگ رہتے ہیں، کوئی دین میں الگ ہے تو کوئی مسلک و مشرب میں الگ، کوئی تہذیب و معاشرت میں ناموافق ہے تو کوئی مزاج و رویہ میں علاحدہ۔ غرض کہ ایک انسان مختلف طرز کے لوگوں کے ساتھ رہتا ہے۔ خصوصًا نیپال و ہندوستان کی تہذیب جو گنگا جمنی تہذیب کہلاتی ہے، جہاں ہر مذہب و فکر کے لوگ ایک ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں، دوسرے ملکوں کی بہ نسبت یہ ایک کثیر المذاہب تہذیب و تمدن کی علامت ہے۔ اسلامی نظریے سے ایک مسلمان کا دوسرے مذہب کے ماننے والوں کے ساتھ کیسا رویہ اور برتاؤ ہونا چاہیے اور کس حد تک ہو نا چاہیے، اس کی بنیادی باتوں کا جاننا ضروری ہے تاکہ افراط و تفریط سے بچ کر اعتدال کا طریقہ اختیار کیا جائے، جس سے ہماری مذہبی پہچان بھی برقرار رہے اور ہم اخلاقی بے راہ روی کے شکار بھی نہ ہوں۔

موالات و مودت کی ممانعت کا مفہوم

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (آل عمران ۲۸)

ترجمہ: ایمان والے اہل ایمان کے علاوہ منکرین خدا کو دوست نہ بنائیں، کیوں کہ جو ایسا کرے گا تو اُس کا تعلق اللہ سے کچھ بھی نہیں، مگر جب کسی خوف کا اندیشہ ہو تو بظاہر بچنے کے لیے موالات کر سکتے ہیں۔ اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ (ممتحنہ۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ کہ تم ان کو محبت کا پیغام بھیجو۔

مذکورہ بالا آیات سے جو ہدایات واحکام ہمیں ملتے ہیں ان کا خلاصہ یہی ہے کہ غیر مومن سے دوستی وقربت سخت منع ہے، کیوں کہ وہ حقیقت میں دوستی کے لائق نہیں بلکہ وہ اللہ اور اہل ایمان کے دشمن ہیں، اس لیے نہ ان کو اپنے پوشیدہ معاملات میں رازدار بنائیں اور نہ ہی اس تمنا میں رہیں کہ ان کو دوستی و محبت کا پیغام بھیجا جائے۔

بظاہر ان آیات کریمہ سے بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہوجاتے ہیں کہ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں سے کسی بھی طرح کا حسن سلوک یا رواداری درست نہیں، وہ ہمارے کسی بھی تعلق کے لائق نہیں، حالاں کہ یہاں یہ مراد نہیں، کیوں کہ اسلام میں غیر مسلموں کے ساتھ یا کسی بھی انسان کے ساتھ بد خلقی کی گنجائش نہیں ہے، یہاں جس تعلق کو منع کیا گیا ہے وہ کسی اور معنی میں ہے۔

رہ گئی بات ان سے حسن سلوک کی تو یہ اسلام کی پہچان اور اسلامی معاشرت کی بنیاد ہے جس کی ممانعت کہیں بھی کسی حال میں نہیں آئی ہے، کسی بھی انسان کے ساتھ بد سلوکی کرنا، اُسے تکلیف پہنچانا، یہ اسلام کی تعلیمات کے منافی و مخالف ہے، اسلام کسی صورت میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔

ممنوع صورت ونوعیت

اس بات کو سمجھنے کے لیے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ لوگوں کے آپسی تعلقات و معاملات کے درجات کتنے قسم کے ہوتے ہیں؟ اس کی قدرے تفصیل یہ ہے:

تعلق و دوستی کی ایک قسم، قلبی محبت و مودت ہے یعنی اسے دل میں جگہ دینا، دل سے چاہنا، اُس کی خوشی کو اپنی خوشی اور اُس کے غم کو اپنا غم سمجھنا۔ اس قسم کا تعلق قطعی طور پر جائز نہیں، ایسا تعلق صرف اہل ایمان سے جائز ہے۔ آیتوں میں جس تعلق کو منع کیا گیا ہے وہ اسی قسم کا تعلق ہے۔

دوسرا تعلق ہمدردی و خیر خواہی والا ہوتا ہے۔ ایسا تعلق علما کے نزدیک حربی کافروں کو چھوڑ کر سب کے ساتھ جائز ہے۔ اس سلسلے میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ (ممتحنہ ۰۸)

ترجمہ: اللہ تمھیں اس بات کے لیے منع نہیں کرتا کہ تم ان سے احسان وانصاف کا سلوک کرو جو دین کے معاملے میں تم سے قتال نہیں کرتے اور نہ تم کو گھروں سے نکال باہر کرتے ہیں۔

ایک اور تعلق ہوتا ہے جسے ہم رواداری کا نام دیتے ہیں، جس کا مطلب، ظاہری دوستانہ برتاؤ، یا خوش خلقی ہے۔ اس قسم کا تعلق بھی غیر مسلموں سے جائز ہے، جب کہ اس کا مقصد انھیں دینی نفع پہنچانا اور تالیف قلب کرنا ہو، یا وہ مہمان ہوں، یا ان کے شر سے بچنا ہو۔ اس کے جواز کی دلیل کی اس آیت کریمہ میں اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً (آل عمران) سے مل رہی ہے، یعنی آیت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی بھی صورت میں موالات جائز نہیں۔ البتہ! جب ان سے کسی ضرر کا خوف ہو تو بظاہر موالات کر سکتے ہو۔ علما نے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ یہ تعلق ظاہری صورت کے اعتبار سے موالات ہی کی طرح ہو مگر حقیقت میں دل اس کے لیے راضی نہ ہو۔

گویا غیر مسلم سے موالات کی دو صورتیں ہیں

پہلی یہ ہے کہ انسانی اعتبار سے دنیا میں اس طرح حسن سلوک کرنا کہ ان کے احوال و افعال پر راضی نہ ہو، ایسا تعلق جائز ہے، آیت کریمہ کے اندر اس کی ممانعت نہیں ہے۔

دوسری صورت ایمان کی بنا پر قلبی محبت و لگاؤ ہے یہ ممنوع ہے، کیوں کہ اس سے اس کے کفریہ اعمال و احوال پر راضی ہونے کا امکان ہے اور کسی کے کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے، یا کفر کی حمایت و تائید کرنا بھی کفر ہے۔

تعلق کی جائز صورتیں

اسلام میں حسن سلوک اور اخلاق و کردار کی عظمت کا جو تصور ہے وہ کسی اور مذہب میں نہیں، یہ صرف اپنے ماننے والوں کے حق میں حسن سلوک و ہمدردی کی تعلیم نہیں دیتا ہے، بلکہ اس معاملے میں اس کا آفاقی نظریہ ہے، اسلام کے اخلاقی اصول بلاتفریق مذہب و ملت سارے انسانوں کے لیے ہیں، جہاں ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے ساتھ ظلم و زیادتی کرنا منع ہے وہیں غیر مسلم کے ساتھ بھی ظلم و زیادتی کی اجازت نہیں، یعنی ایسا نہیں ہے کہ مسلمان، مسلمان پر زیادتی کرے تو زیادتی ہے اور غیر مسلم پر کرے تو زیادتی نہیں، بلکہ دونوں صورتوں میں وہ ظالم کہلائے گا۔ قرآن مقدس کی بہت سی آیات اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، سیرت طیبہ اور صحابہ کرام کے تعامل سے غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک و روادی کے جو واقعات و احکام ملتے ہیں وہ خود اپنی جگہ لاثانی ہیں، لہٰذا اسلامی قانون میں غیر مسلموں سے ہر قسم کا تعلق منع نہیں ہے بلکہ وہ مخصوص قسم ممنوع ہے جسے قرآن نے موالات کہا ہے، وہ ایک خاص طرح کا قلبی تعلق ہے۔ عام سماجی و انسانی تعلقات منع نہیں ہیں۔

امام قرطبی فرماتے ہیں: اَلْاِحْسَانُ وَ الْھِبَۃُ مُسْتَثْنَاۃٌ مِنَ الْوَلَایَۃِ۔

(تفسیر قرطبی: ج:۸، ص:۹۴)

یعنی غیر مسلموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور ان کو بوقت حاجت کچھ دینا، موالات میں شامل نہیں ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: غیر مسلموں کے ساتھ صلہ رحمی، حسن سلوک، تعاون و ہمدردی کرنا موالات میں داخل نہیں ہے۔

(فتح الباری، جلد:۵، ص:۲۳۳)

اب ہم ذیل میں چند آیات و احادیث ذکر کرتے ہیں جن سے غیر مسلموں کے حقوق و مراعات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، اس سے قبل یہ ذہن نشیں رہے کہ ہمارا کسی قسم کا تعلق دنیاوی مقصد پر مبنی نہ ہو بلکہ دین کے لیے ہو، کیوں کہ مومن کا کسی سے محبت کرنا یا کسی سے عداوت کرنا محض اللہ کے لیے ہوتا ہے، اپنے نفس و شہوت کے لیے نہیں۔ اسی لیے اگر کسی غیر مسلم سے بظاہر محبت و قربت کا برتاؤ کرے تو اس میں بھی یہی مقصد ہو کہ وہ خالص لوجہ اللہ ہو اور اس کی خیر خواہی پر مبنی ہو۔

اسلام میں بلا تفریق ایک جان کا کس قدر احترام ہے، اس کا اندازہ اللہ رب العزت کے اس فرمان سے لگایا جاسکتا ہے۔ اللہ نے امن وامان کے قیام کے لیے قتل وخون ریزی جیسے جرم سے باز رکھنے کے لیے حکم جاری کرتے ہوئے فرمایا:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (مائدہ ۳۲)

ترجمہ: جس نے ایک جان کو قتل کیا گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو زندہ کیا اس نے پوری انسانیت کو زندہ کیا۔

اس سے بڑھ کر انسانی جان کے احترام میں اور کیا بات ہو سکتی ہے ۔یہاں مطلق انسانی جان کی حرمت مراد ہے، چاہے وہ کسی کی ہو، مسلم کی یا غیر مسلم کی، کیوں کہ لفظ ''نفس'' اسی پر دلالت کر رہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرمایا" **ألا من ظلم معاهدا او انتقصه او كلفه فوق طاقته او اخذ منه شيئا بغير طيب نفس فانا حجيجه يوم القيامة**".(ابوداؤد، حدیث:۳۰۵۲)

خبر دار !جس نے کسی غیر مسلم معاہد پر ظلم کیا یا اس کا حق مارا یا اس پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈالا، یا اس کی رضامندی کے بغیر اس سے کوئی چیز چھین لی تو قیامت کے دن، میں اس غیر مسلم کی طرف سے حجت کروں گا۔

ایک حدیث پاک میں آیا ہے: **ان النَّبيَّ** ﷺ **قَالَ: و اللهِ لا يُؤْمِنُ، و اللهِ لا يُؤْمِنُ، و اللهِ لا يُؤْمِنُ، قِيلَ: مَنْ يا رسولَ اللهِ؟ قَالَ: الَّذي لا يأْمنُ جارُهُ بَوَائِقَهُ** (مُتَّفَقٌ عَلَیہ.)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قسم خدا کی وہ مومن نہیں قسم خدا کی وہ مومن نہیں قسم خدا کی وہ مومن نہیں ، پوچھا گیا کون یا رسول اللہ ﷺ ؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ شخص جس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔

اس طرح کی بے شمار روایتیں ہیں جن میں ایک غیر مسلم کے جان و مال اور عزت وآبرو کے تحفظ و احترام کی باتیں ذکر کی گئی ہیں۔

اسلام ایک دینِ امن ہے جس میں ہر کسی کے لیے تحفظ و امن کا قانون موجود ہے اس میں مذہبی تفریق کی بنا پر ظلم و زیادتی ، غصب و چوری ، مالی نقصان پہنچانا، یا کسی کو ستانا جائز نہیں ۔اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور اسلاف کا اعلی کردار خصوصا خلفائے راشدین کے واقعات غیر مسلموں سے حسن سلوک اور ہمدردی کی بے مثال تاریخ پیش کرتے ہیں، اسلام میں تشدد، عصبیت، جارحیت پسندی، فتنہ و فساد ، قتل وغارت گری وغیرہ کی بالکل

اجازت نہیں، اسلام اپنے ماننے والوں کو یہی مزاج دیتا ہے کہ خود بھی چین و سکون سے رہو اور دوسروں کو لیے بھی امن و سکون بنو۔

خدمت انسانیت کا تصور

اسلام کی معاشرتی و تہذیبی خدمات میں انسانیت کی خدمت کرنا ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے، جو نظام حیات اس دین رحمت میں ہے اس میں خدمت خلق کو محض ایک انسانی معاملہ یا معاشرتی حصہ نہیں کہا گیا ہے بلکہ اسے عبادت بھی کہا گیا ہے۔ اس کی اہمیت اس سے صاف واضح ہوجاتی ہے کہ یہ دین و مذہب کا وہ گوشہ ہے جس کے بغیر انسان خدا کو راضی نہیں کرسکتا ۔قرآن کریم اور احادیث کے اندر انسانیت نوازی اور شفقت علی الخلق سے متعلق ایسے ارشادات وہدایات ملتے ہیں جو اجتماعی زندگی میں انسانی صلاح و فلاح کے لیے ناگزیر ہیں۔ یہ اس نظام کی ہمہ گیریت ہے کہ اس میں سماجی و معاشرتی بہبود کے کسی بھی پہلو سے صرف نظر نہیں کیا گیا ہے۔

قرآن کی متعدّد آیات حسن سلوک اور خدمت خلق کی ترغیب و تشویق کے لیے وارد ہیں بلکہ بعض مقام پر اوامر کی صورت میں مذکور ہیں۔

قرآن مقدس میں ہے: یاأَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا ارْکَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّکُمْ وَ افْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُونَ۔(حج ۷۷)

اے ایمان والوں رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور فعل خیر کرو کہ تم فلاح پاجاؤ۔

مذکورہ آیت میں عبادت کے بعد فعل خیر کا حکم دیا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ فعل خیر نماز وروزہ نہیں کیونکہ رکوع و سجدہ کا ذکر مستقل موجود ہے اب یہ فعل خیر جو کچھ ہو گا اس کے علاوہ ہو گا۔

امام رازی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا: خیر سے مراد صلۂ رحمی اور اعلی اخلاق ہے۔ اس قول کو نقل کرنے کے بعد اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خیر پر عمل کرنے کی دو شکلیں ہیں: ایک ہے اللہ تعالی کی تعظیم بجالانا، دوسری اس کے بندوں کی خدمت کرنا۔ (تفسیر کبیر ج۶ ص۲۰۸)

ایک دوسرے مقام پر خدمت کا تفصیلی ذکر اس اسلوب میں ہے:

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ۔ (بقرہ:۱۷۷)

نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے مشرق و مغرب کی طرف کرو، بلکہ نیکی یہ ہے کہ انسان، اللہ پر، یوم آخرت پر، فرشتوں پر، اللہ کی کتاب پر اور نبیوں پر ایمان لائے۔

اور اپنے محبوب مال کو، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور غلام آزاد کرنے میں خرچ کرے، اور نماز قائم کرے، زکوۃ دے، وعدے پورا کرے، تنگدستی و مصیبت اور جنگ کے وقت صبر کرے، یہی لوگ سچے اور تقوی والے ہیں۔

حدیث میں ہے: خير الناس من ينفع الناس۔ لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو فایدہ پہنچائے۔ (کنز العمال، کتاب المواعظ والرقاق والخطب والحکم من قسم الافعال)

ایک دوسری حدیث ہے: الخلق عيال الله فأحبهم إلى الله أنفعهم لعياله.

(مسند ابویعلی ۶/۶۵ المعجم الکبیر للطبرانی:۱۰/۸۶)

مخلوق اللہ کا کنبہ ہے تو اللہ کا سب سے زیادہ محبوب وہی ہے جو اس کے کنبہ کو زیادہ نفع پہنچائے۔

ظاہر سی بات ہے کہ جسے اللہ سے محبت ہوگی وہ اللہ کے کنبہ سے بھی محبت کرے گا، یہ فطری و منطقی تقاضا ہے۔ مزید یہ کہ بہت سارے رفاہی یا خدمت خلق کے کام معروف معنی میں عبادات ہیں یا عبادات کے قائم مقام ہیں ان میں سر فہرست زکوۃ ہے جو ایک پہلو سے عبادت ہے اور دوسرے پہلو سے خدمت خلق ہے، اسی طرح دیگر مالی احکام جیسے قربانی، صدقۂ فطر وغیرہ۔ دین دراصل طاعت حق اور خدمت خلق کا مجموعہ ہے۔ اگر اسلامی شریعت کا مطالعہ کریں تو اس میں صاف ظاہر ہے کہ اس کا ایک چوتھائی حصہ عبادات پر مشتمل ہے جبکہ تین چوتھائی معاملات پر مشتمل ہے۔

اور مشائخ و صوفیہ کے نزدیک تو طریقت و تصوف سراپا خدمت خلق کا ہی نام ہے جیسا کہ شیخ سعدی شیرازی لکھتے ہیں

طریقت بجز خدمت خلق نیست　　　به تسبیح و سجاده و دَلق نیست

(طریقت خدمت خلق کے سوا کچھ بھی نہیں محض تسبیح و سجادہ اور گدڑی کا نام طریقت نہیں)

اسلامی تہذیب و تمدن کی ارتقائی تاریخ کا معمولی مطالعہ بھی اس حقیقت کو واضح کر دیتا ہے کہ سیرت نبوی ﷺ اور صحابہ و تابعین کی زندگی خدمت خلق اور رفاہ عامہ کے بے مثال کارناموں سے عبارت ہے۔ ان کے بعد اس تعلق سے صوفیائے کرام کا طبقہ سب سے نمایاں نظر آتا ہے یہی گروہ عوام و خواص کے درمیان سب سے زیادہ مقبول و محبوب بھی رہا ہے۔ لوگ

ان کی بارگاہ میں نیاز مندانہ حاضری دیتے اور ان سے تقوی و صلاح، اخلاق و کردار کی تعلیم لیتے، ان کی رہنمائی میں راہ حق کا سفر کرتے۔ یوں تو ان نفوس قدسیہ کے بہت سارے امتیازات و خصوصیات ہیں من جملہ خدمت خلق ان کا نمایاں اور اہم ترین شعار رہا ہے۔ صوفیہ کے یہاں اس عمل کی تاریخی میراث بھی موجود ہے جو ابھی تک بعض خانقاہوں اور درگاہوں میں زندہ ہے۔ صوفیہ نے اسلامی اخلاق کے اس پہلو پر جتنی توجہ دی ہے شاید کسی اور نے نہیں دی ہے۔ ان کے تذکرے، سوانح، واقعات و حالات میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ ماضی کے جس دور میں جس خطے میں نظر ڈالیں گے تو ایسے صوفیہ کی ایک طویل فہرست پائیں گے خود برصغیر کے صوفیہ کی تاریخ میں خدمت اور رفاہی کاموں کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔

مشائخ کے فرمودات و معمولات

شیخ ذوالنون مصری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ فراخ دل زاہد میں یہ تین باتیں پائی جاتی ہیں یعنی اس کی یہ تین نشانیاں ہیں: جمع کردہ چیز کو خرچ کرتا ہے، گمشدہ کو تلاش نہیں کرتا اور اپنی خوراک دوسروں کو کھلاتا ہے۔ (عوارف المعارف، ص۲۷۹ مکتبۃ الایمان قاہرہ)

سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ بلخ کے ایک نوجوان نے مجھے لا جواب کر دیا۔ ہوا یوں کہ وہ نوجوان حج کے سفر میں میرے پاس آیا تھا اور اس نے پوچھا تھا کہ زہد کسے کہتے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ ہمیں جو کچھ مل جاتا ہے وہ کھا لیتے ہیں اگر نہیں ملتا ہے تو صبر کر لیتے، اس نوجوان نے یہ سن کر کہا کہ یہ تو ہمارے بلخ کے کتے بھی کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ تمھارے نزدیک زہد کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ہمیں جو کچھ مل جاتا ہے۔

اس کو دوسروں پر خرچ کر دیتے ہیں اور نہیں ملتا ہے تو شکر کرتے ہیں۔

(عوارف المعارف، ص۲۷۸ مکتبۃ الایمان قاہرہ)

عظیم المرتبت صوفی خواجہ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ سے لوگوں نے پوچھا اللہ کی معرفت کا راستہ کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: الصدق والرفق، الصدق مع الحق والرفق مع الخلق۔ یعنی اللہ تک پہنچنے کا راستہ صدق و نرمی ہے اللہ کے ساتھ صدق کا معاملہ اپنانا اور مخلوق کے ساتھ نرمی و شفقت برتنا۔ (اسرار التوحید باب دوم ص ۳۰۸)

نیشاپور کے اندر ان کی خانقاہ میں صبح و شام لنگر عام چلتا تھا جس میں بلاتفریق مذہب و مسلک سبھی کھاتے تھے اس فقیر کی خانقاہ میں عالم غیب سے ایسا شاہی دسترخوان لگتا تھا جس پر سلاطین بھی حیرت ظاہر کرتے تھے۔ علاوہ ازیں اور بہت سارے رفاہی کام ان کی ذات کی طرف منسوب ہیں۔

امام غزالی قدس سرہ اپنی کتاب احیاء العلوم کے اندر خدمت و شفقت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بعض لوگ فرض حج ادا کرنے کے بعد بھی نفلی حج ادا کرتے رہتے ہیں وہ حج کے بعد حج کرتے ہیں، مگر اپنے ہمسایہ کو بھوکا پیاسا چھوڑ دیتے ہیں اسی لیے حضرت عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو بے سبب بھی حج کر رہے ہوں گے چونکہ ان کے پاس مال ہوگا اس لیے سفر کرنے کو کچھ دشوار نہیں جانتے ہوں گے۔ حج سے جب لوٹیں گے تو محروم و تہی دست آئیں گے، وہ خود تو جنگل و بیابان میں سواری پر پھرتے ہوں گے جبکہ ان کے پڑوسی محتاج ہوں گے مگر ان کی خبر نہیں لیں گے۔ ابونصر کہتے ہیں کہ ایک شخص بشر بن حارث کے پاس آیا اور کہا کہ میرا ارادہ حج کا ہے، آپ نے پوچھا کہ حج کے لیے تیرے پاس کیا ہے؟ اس نے کہا دو ہزار درہم۔ آپ نے فرمایا: اگر تیرا مقصود رضائے الٰہی ہے تو یہ تجھے گھر بیٹھے مل سکتی ہے۔

یہ دس درہم دس ایسے آدمی کو دے دو جو قرض دار ہوں تاکہ وہ قرض ادا کر سکیں، اور کچھ محتاجوں کو دے دو تاکہ وہ اپنی ضرورت پوری کر سکے، کچھ یتیم کی پرورش کرنے والے کو دے دو تاکہ وہ یتیم کو خوش کر سکے۔ (احیاء علوم الدین، ج:۳، ص:۴۰۹)

شیخ ابو نجیب سہروردی قدس سرہ عارفین و سالکین کے طرق و مسالک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

صوفیہ میں سے بعض خدمت کا راستہ اپناتے ہیں، اپنے بھائیوں کے لیے اپنا مرتبہ و منصب قربان کرتے اور انہیں خوشی پہنچاتے ہیں۔ یہ سب سے عمدہ راہ ہے۔

(آداب المریدین، ص ۲۴، دار لکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ فرماتے ہیں: جو شخص خانقاہ میں وارد ہو اور اس نے علم و معرفت کا ذائقہ نہ چکھا ہو اور روحانیت کے اعلی درجہ پر فائز نہ ہو تو ایسے شخص کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ خانقاہ والوں کی خدمت کرے اور یہ خدمت اس کی عبادت شمار ہوگی۔

(عوارف المعارف: ۲۷۸)

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہ فرماتے ہیں: بازار قیامت میں کسی چیز کی اتنی پرسش نہیں ہوگی جتنی شکستہ دلوں کو راحت پہنچانے کی۔ (سیر الاولیا، ص:۲۴۳)

آپ کی خانقاہ کا ذکر کرتے ہوئے امیر خورد کرمانی لکھتے ہیں: ہر آنے جانے والا خواہ امیر ہو یا غریب، شہر کا ہو یا مسافر جو کوئی بھی آتا اور قدم بوسی کی سعادت حاصل کرتا آپ کسی کو خالی ہاتھ نہیں جانے دیتے کپڑے، جیتل، تحفے، ہدیے جو آپ کو عالم غیب سے پہنچتا وہ تمام کے تمام آنے جانے والوں میں تقسیم کر دیتے۔ (سیر الاولیا، ص:۲۴۴)

حضرت خواجہ نظام الدین قدس سرہ کی حالت یہ تھی کہ کسی وقت فتوحات زیادہ آتیں تو آپ رونے لگتے اور آپ یہ کوشش فرماتے کہ جلد از جلد یہ تقسیم ہو جائے چنانچہ وقفہ وقفہ سے کسی کو بھیجتے رہتے۔ ان سے فرماتے کہ دیکھ کر آؤ کہ وہ فتوحات تقسیم ہوئیں یا نہیں جب آپ کو معلوم ہو جاتا کہ وہ فتوحات تقسیم ہو کر محتاجوں کو پہنچ گئیں تب آپ اطمینان کی سانس لیتے۔ نیز آپ کا یہ بھی معمول تھا کہ ہر ہفتے جمعہ کے دن خانقاہ اور انبار خانوں کی تجرید فرماتے۔ (مطلب یہ کہ جو کچھ بھی موجود ہوتا اس کو لوگوں میں تقسیم کروا دیتے۔ (سیر الاولیا، ص:۲۴۶۔۲۴۷)

اس ضمن میں آپ کا ارشاد گرامی بھی فوائد الفواد میں مذکور ہے آپ فرماتے ہیں: جو خدمت کرتا ہے وہی مخدوم ہو جاتا ہے۔ کوئی خدمت کے بغیر مخدوم کیسے بن سکتا ہے؟ اس وقت زبان مبارک پر یہ الفاظ آئے۔ مَنْ خَدَمَ خُدِمَ۔ جس نے خدمت کی اس کی خدمت کی گئی۔ (فوائد الفواد، ج:۳، مجلس ششم)

مخدوم شرف الدین یحیی منیری قدس سرہ اپنے ایک مکتوب میں خدمت کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

خدمت کرنا بڑا کام ہے، خدمت کرنے میں بڑے بڑے فوائد ہیں اور کچھ ایسی باتیں ہیں جو اور عبادت میں نہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ سرکش نفس مر جاتا ہے اور دماغ سے بڑائی کا خیال مٹ جاتا ہے، عاجزی اور تواضع پیدا ہو جاتا ہے، اچھے اخلاق و آداب آجاتے ہیں، خدمت، سنت اور طریقت کے علوم سکھاتی ہے، روح نفس کی گرانی اور ظلمت سے پاک ہو کر لطیف ہو جاتی ہے ، آدمی کا ظاہر و باطن روشن ہو جاتا ہے۔ یہ سب فائدے خدمت ہی کے لیے مخصوص ہیں۔ ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ خدا تک پہنچنے کے کتنے راستے ہیں؟ تو انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا کہ موجودات عالم کا ہر ذرہ خدا تک پہنچنے کا ایک راستہ ہے مگر خلق خدا کو راحت پہنچانے سے بڑھ کر کو ئی راہ نزدیک تر نہیں ہے۔ اور ہم تو اسی راہ کو اپنا کر منزل تک پہنچے ہیں۔ مشائخ سے منقول ہے کہ اس گروہ کی عبادتیں، اوراد و وظائف اتنے ہیں جو بیان نہیں کیے جا سکتے

مگر خدمت خلق سے افضل اور مفید تر عبادت کوئی نہیں ۔ یہ خانقاہیں، مسافر خانے اور اوقاف اسی کام کے لیے بنائے گئے ہیں۔

شیخ مجدد الف ثانی کے مکتوبات کا جب جائزہ لیتے ہیں تو اس میں ۳۵ویں مکتوب کے اندر خدمت خلق، رفاہی کاموں اور شفقت علی الخلق کا تذکرہ ملتا ہے۔ ان مکتوبات میں مکتوب الیہ کو کسی کا کام کرنے، کسی کی ضرورت پوری کرنے اور کسی کا دکھ درد دور کرنے کو لکھا گیا ہے۔ نمونہ کے طور پر ایک مکتوب ملاحظہ ہو جو انہوں نے حاکم جرک کے نام لکھا تھا۔

"آپ نے ملاقات کے وقت از روئے کرم نوازی فرمایا تھا کہ اگر کسی مہم یا کام میں رجوع کی ضرورت پڑے تو ہمیں لکھنا۔ اس بنا پر بندہ ایک تکلیف دیتا ہے کہ شیخ عبد اللہ صوفی نیک لوگوں میں سے ہے بعض حاجات کی بنا پر قرض دار ہو چکا ہے امید ہے کہ اسے قرض سے نجات دلانے میں مدد فرمائیں گے۔" (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۹۷)

مولانا ابو الکلام آزاد نے چند صوفیوں کی خدمت اور شفقت علی الخلق کا تذکرہ ان الفاظ میں تحریر کیا ہے:

"بیانہ شہر سے باہر ایک ویران باغ تھا، وہیں چند اللہ والوں نے مٹی کا ایک جھونپڑا بنا لیا اور مقیم ہو گئے، اپنے ہاتھوں سے پانی بھرتے، مٹکے سر پر اٹھا کر لے جاتے، پیاسوں کو پلاتے، نمازیوں کو وضو کراتے، بوڑھے لوگوں کو دیکھتے کہ بھاری بوجھ اٹھا رہے ہیں تو ان سے لے کر خود اٹھا لیتے اور دوڑتے ہوئے ساتھ چلتے، نماز کا وقت آتا تو لکڑ ہاروں اور سقوں کو جمع کرتے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے کسی پیشہ ور کو دیکھتے کہ عذر معاش سے شریک جماعت نہیں ہو پاتا تو اپنی کمائی اس کو دے دیتے اور منت وزاری سے کہتے کہ جماعت میں شریک ہو کر نماز ادا کر لیا کرو۔

مزید لکھتے ہیں: کچھ لوگ صبح ہوتے ہی شہر کی راہ لیتے، بیماروں کی تیمار داری کرتے کمزوروں اور معذوروں کو روٹی پکا کر دیتے، بیوہ عورتوں کا سودا و سامان بازار سے لا کر دیتے

دو شخصوں کو آپس میں لڑتا ہوا دیکھتے تو منتیں کر کے صلح وصفائی کراتے، وہ نہیں مانتے تو یہ کہتے کہ ہم کو مار ڈالو مگر آپس میں میل ملاپ کر لو (تذکرہ، ابوالکلام آزاد، ص: ۶۴)

خدمت خلق کا آفاقی تصور

صوفیہ کرام وعلمائے ربانین کے بارے میں یہ بات مسلم ہے کہ ان کے اخلاق وعادات سیرت نبوی ﷺ کے پرتو ہوتے ہیں۔ حسن سلوک اور حسن معاشرت میں یہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرتے نظر آتے ہیں۔ خدمت خلق اور بذل وایثار کا جو جذبہ خلق محمدی ﷺ میں ملتا ہے وہی جذبہ ان کے اندر بھی موجود ہوتا ہے اور یہ حقیقت واضح ہے کہ سیرت رسول ﷺ کے باب میں خلق پر شفقت کے جو بے مثال نمونے ہیں ان میں ہمہ گیریت اور آفاقیت کا تصور موجود ہے۔ رنگ ونسل، قوم ومذہب کی تفریق کیے بغیر پوری مخلوق سے ہمدردی، بے کسوں کی چارہ گری، یتیموں کی دیکھ بھال، معذوروں کی خبر گیری، بیماروں کی تیمارداری، ضرورت مندوں کی حاجت روائی، مسافروں اور مہمانوں کی ضیافت وتکریم، اور پوری انسانیت کی صلاح وفلاح کے لیے رفاہ عامہ کے عملی اقدامات آپ کی زندگی کے روشن معمولات ومہمات تھے۔ بالکل یہی باتیں صوفیہ کی تعلیمات و معاملات میں نمایاں نظر آتی ہیں۔ یہ بھی تمام انسانوں سے ہمدردی رکھتے، تعصب اور نفرت وعداوت کا تصور یہاں نہیں پایا جاتا بلکہ ان کی نظر اس حدیث کے مصداق ہوتی کہ مخلوق اللہ کا کنبہ ہے تو جو اللہ کے کنبے کا خیال رکھے گا وہ اللہ کا محبوب بنے گا۔

چنانچہ ان کی نظر میں ہر انسان بحیثیت انسان قابل شفقت ہے چاہے وہ اپنے ہوں یا غیر، ہم خیال وہم فکر ہوں یا نہیں ہوں۔ ان کا نظریہ صاف تھا کہ نوع انسانی کا ہر فرد اس بات کا حق رکھتا ہے کہ مصائب وآلام کی گھڑی میں اسے تنہا تڑپتا نہ چھوڑا جائے بلکہ اس کے درد وکرب کو محسوس کیا جائے اور ممکن حد تک اس کی تکلیف دور کی جائے، یہی بات ان کا طرۂ امتیاز رہا ہے کہ کسی فرق وامتیاز کے بغیر ساری مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرتے، جو بھی ہمدردی اور مدد کا محتاج

ہوتا اس کی مدد کرتے اس معاملہ میں انسان کو گروہوں اور جماعتوں میں تقسیم کرنا، شناسا اور اجنبی ،ہم مذہب اور غیر مذہب کا امتیاز برتنا ان کی تعلیم کے سراسر خلاف تھا۔ چنانچہ ان کی خانقاہوں و درگاہوں میں ہر قسم کے لوگ پہنچتے، ہر مذہب کے ماننے والے سر نیاز خم کرتے کسی بھی فرد کے لیے ان کا دروازہ بند نہیں رہتا، ان کے لنگر سے سب کھاتے، ان سے سب فائدہ اٹھاتے، کسی کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ وہ لطف و کرم میں آسمان کی بارش کی طرح تھے جو سب کو فیض یاب کرتے۔ ان کا وجود پوری نوع انسانی کے لیے اس مصرعہ کا مصداق تھا۔

بستے ہیں تیرے سائے میں سب شیخ و برہمن

خدمت خلق کے بعض اہم پہلو اور طریقے

حقیقت یہی ہے کہ ہمارے اسلاف اپنے شب و روز کے معمولات میں اصلاحی و فلاحی کاموں کو غیر معمولی اہمیت دیتے تھے، بظاہر دیکھنے والوں کو یہ لگتا کہ ان کی زندگی خدمت خلق ہی کے لیے وقف ہے۔ کسی کو تکلیف میں دیکھتے تو دل پریشان ہو جاتا۔ بھوکوں کا خیال آتا تو لقمے حلق میں اٹکنے لگتے، جہاں ہوتے جس حال میں ہوتے خلق خدا کے لیے نفع رسانی کی کوششوں میں مصروف رہتے۔ وہ کن کن کاموں کو انجام دیتے اور کس طریقے سے انجام دیتے اس کی تفصیلات بہت طویل ہے۔ بس اتنا جان لیں کہ وہ بغیر کسی تنظیم و تحریک کے بے شمار حیرت انگیز کارناموں کے انمٹ نقوش چھوڑ گئے ہیں۔ ان کے رفاہی، اصلاحی اور خدمت خلق کے کاموں کا جائزہ لیا جائے تو مختلف نوعیت کے کام بہت وسیع پیمانے پر بڑی کثرت سے ملیں گے۔ ذیل میں بعض ان خدمات کا ذکر کیا جاتا ہے جو ان کی روایت و توارث کا حصہ رہا ہے۔

کھانا کھلانا

اکابرین کے یہاں اس بات پر کافی زور تھا کہ جو بھی بھوکا ملے اسے کھانا پیش کیا جائے چنانچہ ان کی درگاہوں میں لنگر کا رواج تھا جہاں ہر کسی کو کھانے کی اجازت تھی، چاہے وہ اپنے ہوں یا غیر، مقامی ہو یا مسافر۔ کوئی آتا تو پہلے اس کے سامنے کھانا ہی پیش کیا جاتا۔

خصوصیت کے ساتھ سلسلہ چشتیہ میں اطعام (کھانا کھلانے) کا اہتمام سب سے زیادہ ہے۔ حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا کہ درویشی یہ ہے کہ جو آنے والا بھی آئے سلام کے بعد اس کے سامنے کھانا رکھا جائے اور پھر حکایت اور باتوں میں مشغول ہوں۔ اس کے بعد یہ بات زبان مبارک پر آئی کہ شروع کرو سلام سے پھر طعام اور پھر کلام۔

(فوائد الفواد، ص:۳۹۶۔ اٹھائیسویں مجلس، ج:۲)

مسافروں کے لیے سرائے بنوانا: خانقاہ سے ملحق دور سے آنے والوں کے لیے سرائے بنواتے جس میں باہر سے آئے ہوئے لوگ اور دوسرے حاجت مند رہ سکیں۔

تکیے اور زاویے: جہاں بہت سے لوگ آبادی کے ہنگاموں سے الگ تھلگ رہ کر عبادت الٰہی میں مشغول ہوا کرتے، اسے رباط بھی کہا جاتا ہے۔

پانی کا انتظام: راستوں میں عام لوگوں کو پانی پلانے کے لیے سبیلیں لگوانا تاکہ کوئی پیاسا وہاں سے گذرے تو اسے پانی میسر ہو سکے۔

مساجد اور کنویں تعمیر کرانا: صوفیہ کی خانقاہوں اور درگاہوں میں یہ عام مشاہدہ ہے کہ وہاں ایک مسجد اور کنواں ملتا ہے جہاں زائرین و واردین طہارت وضو، اور غسل وغیرہ کرتے اور نماز ادا کرتے مزید یہ کہ کنویں کے پانی سے ہر شخص کو پانی لینے کی اجازت ہوتی، لوگ اس سے عمومی

ضرورت بھی پوری کرتے ہندوستان کی قدیم خانقاہوں میں یہ دونوں چیزیں عام طور پر دیکھی جاسکتی ہیں۔

معذوروں و مسکینوں کی دستگیری: معاشرہ میں جو لوگ معاشی اعتبار سے مفلوک الحال ہوتے، لاچار ہوتے خانقاہیں ان کے لیے راحت گاہ ثابت ہوتیں جہاں بغیر کسی تردد کے ان کے لیے کھانے پینے کا اہتمام ہوتا، نیز ضرورت کے وقت ان کی مالی امداد بھی کی جاتی۔ ماضی کی بے شمار ایسی خانقاہیں ہیں جو اس کار خیر کو تاہنوز انجام دیتی آرہی ہیں۔

یتیموں کی کفالت: بہت سارے یتیموں کی کفالت و پرورش فرماتے ان کی تعلیم و تربیت کا بند وبست کرتے اور ساری ضروریات پوری کرتے۔

بیماروں کی عیادت وعلاج: اگر کسی کے بارے میں یہ خبر ملتی کہ وہ مریض ہے تو ان کی عیادت کو خود تشریف لے جاتے یا کسی کو بھیجتے اور وقتا فوقتا ان کے علاج و دوا کا بھی انتظام فرماتے۔ صوفیہ میں بعض فن طبابت و حکمت جانتے تھے وہ اس فن کو بھی خدمت خلق کے لیے استعمال کرتے۔

مدارس و مکاتب کا قیام: خانقاہیں محض تزکیہ و تربیت کے لیے نہیں تھیں بلکہ وہاں باضابطہ تعلیم گاہیں بھی ہوتی تھیں جہاں سے علوم و فنون کی اشاعت ہوتی، اس کے لیے مشائخ خود مفت تعلیم دیتے تھے یا مدرسین و معلمین کا بندوبست کرتے تھے۔ ماضی کی بہت سی قدیم خانقاہیں ایسی رہی ہیں جہاں مدرسے قائم تھے۔ وہاں طالبان علوم اپنی علمی تشنگی بجھاتے خصوصیت کے ساتھ ہندوستان میں دہلی واودھ، اور دکن کی خانقاہیں اس کی جیتی جاگتی مثال ہیں۔

خدمت صوفیہ کے امتیازات اور اس کی عصری معنویت

خانقاہی نظام میں خدمت خلق و رفاہی کام کرنے کے جو اصول اور طریقے ہیں وہ دیگر سماجی تنظیموں اور اداروں سے مختلف ہیں دنیا کے رفاہی ادارے اگر چہ وسیع پیمانے پر انسانی و سماجی بہبود کے

لیے سرگرم عمل ہیں مگر ان کے یہاں وہ جذبہ و مقصد نہیں جو صوفیہ کے یہاں ہے ۔ خدمت کیوں اور کس لیے ہو؟ اس اعتبار سے صوفیانہ خدمات کے امتیازی پہلو ملاحظہ کریں

اخلاص: صوفیہ اس کام کو خالص رضائے الٰہی اور قربِ الٰہی پانے کی غرض سے کرتے ہیں، وہ اس تصور سے خدمت کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے قرب و محبت کا ذریعہ ہے ۔ صوفیہ کسی ذاتی غرض یا خارجی دباؤ کے زیر اثر نہیں ہوتے ان کے سامنے کوئی دنیوی مفاد نہیں ہوتا، وہ اسے شہرت اور ناموری کا ذریعہ نہیں بناتے ، وہ لوگوں سے اس کی جزا نہیں طلب کرتے بلکہ اطاعت مولیٰ اور فرض سمجھ کر اسے بے لوث انجام دیتے ہیں ۔

حسن نیت اور صدق و دیانت: خدمت کے لیے پاکیزہ اور صاف ستھری نیت، اور سچی ہمدردی و خیر خواہی ناگزیر ہے کیونکہ صحیح معنوں وہی خدمت انجام دے سکتا ہے جس کے اندر یہ اعلیٰ اوصاف ہوں، نہیں تو عین ممکن ہے کہ خدمت آلائشوں سے پاک نہ رہے ۔ سو اس میں کوئی دورائے نہیں کہ ان درویشوں سے بڑھ کر ان اوصاف کا خوگر ان کے بالمقابل کوئی نہیں ۔ ان کے احوال و آثار ان کی دیانت و صداقت اور رفق و نرمی پر روشن دلائل اور تاریخی حقائق ہیں ۔ کیونکہ صوفی اعلیٰ اخلاق و کردار کا حامل نہیں تو در حقیقت وہ صوفی ہی نہیں ، تصوف کی بنیاد ہی حسن خلق پر ہے ۔ مخدوم شرف الدین یحیی منیری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ خدمت کرنے کا صلہ ، فائدہ اور ثمرہ اسی وقت ظاہر ہوتا ہے جب خدمت ، بے غرض ، بے منت اور بے ریا ہو ۔

(مکتوبات صدی ۔ مکتوب ۷۱)

ارشاد و ہدایت اور تذکیر و دعوت : اصلاح و تربیت اور دعوت و تبلیغ کے لیے جن مضبوط وسائل کی ضرورت ہوتی ہے ان میں خدمت خلق اور رفاہی کام سب سے اچھا اور پائیدار ذریعہ شمار ہوتا ہے ، اس لیے کہ آپ جس کے ساتھ بھلائی کریں گے وہ فطری طور پر آپ کے لیے نرم دل والا ہو جائے گا ، وہ آپ کے قریب آئے گا اور آپ کی باتوں کو توجہ و دلچسپی سے سنے گا ۔ صوفیہ کے مقاصد

خدمت میں یہ بہت ہی خاص پہلو ہوتا تھا۔ وہ خاص طور سے غیر مسلموں کو نور ایمان واسلام سے منور کرنے کے لیے ان کے ساتھ حسن معاملہ اور ہمدردی والا رویہ اپناتے، ان کے ساتھ اپنوں جیسا سلوک کرتے تاکہ وہ مانوس اور قریب ہوں۔ چنانچہ صوفیہ نے جہاں جہاں اسلام کی دعوت کا کام انجام دیا وہاں نیکی و نرمی اور شفقت و خدمت کا یہ برتاؤ ان کا سب سے موثر ذریعہ ثابت ہوا۔ انسانی فلاح و بہبود کے لیے ان کے مختلف کاموں نے ہزاروں کو اسلام میں حلقہ بگوش کر دیا۔

درحقیقت یہ بندگان خاص اپنی خدمات کے ذریعہ خدا کے بندوں کو خدا سے ملانے کا کام کرتے ہیں اور یہی ان کا مقصد ہوتا ہے کہ رب کے بندے کسی طرح اپنے رب کو پہچانیں اور اس کا فرماں بردار بن جائیں۔

واضح رہے کہ اشاعت اسلام کے لیے صوفیائے کرام کا مطمح نظر اور طریق کار دور حاضر کے مشنریوں اور مبلغوں سے بالکل مختلف تھا۔ انہوں نے کبھی یہ نہ کیا کہ دوسرے مذاہب اور ان کے بانیوں کی بدگوئی کر کے اپنے مذہب کی فضیلت ثابت کریں۔ دوسرے مذاہب کی طرف ان کا طرز عمل انتہائی رواداری اور صلح پسندی کا تھا۔ صوفیہ کرام کے دیگر مذاہب کے متعلق اس نقطہ نظر کا ایک دلچسپ نتیجہ یہ ہوا کہ صوفیہ کرام کی طرف سے اشاعت اسلام کی کوششوں کی کوئی خاص مخالفت نہ ہوئی بلکہ غیر مسلموں نے ان صوفیوں کو بھی جنہوں نے اشاعت اسلام میں نام پیدا کیا نگاہ احترام سے دیکھنا شروع کر دیا۔

صوفیہ نے اپنی طرز زندگی سے ایک ایسی انوکھی دنیا بسائی تھی جہاں انسان دوستی، غربا پروری ، پریشاں حال لوگوں کی دستگیری جیسی خدمات ان کا شیوہ و فریضہ بن گئی تھیں۔ موجودہ عہد میں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ ان قدروں کو فروغ دیا جائے، سماجی و معاشرتی حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی جائے اور صوفیہ کے عملی نقوش سے رہنمائی حاصل کی جائے تاکہ ہر شخص اپنے کنبہ و سماج اور قوم و ملک کے لیے ایک نفع بخش فرد ثابت ہو۔ آج ان خدمات پر اس لیے بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ پوری دنیا ایک عجیب بحرانی کیفیت سے دوچار ہے۔ اخلاقی حقوق و اقدار کی پامالی ہو رہی ہے، انسانیت

نوازی کے تصورات مٹ رہے ہیں ہر شخص کی تگ و دو اور فکر و عمل اپنی ذات ہی تک محدود نظر آتی ہے وہ اپنے ارد گرد رہنے والوں کے دکھ درد سے بے خبر نظر آتا ہے۔ ایسے پر آشوب ماحول میں صوفیہ کی تعلیمات و روایات کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے کیونکہ یہی وہ جماعت ہے جس نے ہر دور میں بھٹکی ہوئی انسانیت کی رہنمائی کی ہے ، لاچار آدمیت کو سہارا دیا ہے ،یہی وہ بے لوث اور مخلص بندے ہیں جو سارے عالم پر ابر کرم بن کر برستے رہے ہیں جن کی محبت و شفقت کے سائے میں دنیا کے ستائے ہوئے،غم کے مارے ہوئے ،راحت کی سانس لیتے ہیں،جن کی جھونپڑی بے سہاروں کی پناہ گاہ ہوتی ،وہ زمانہ کے مسیحا ہوتے جہاں درد کے ماروں کا ہجوم رہتا ہے۔

ضروری اصلاحات

فی زمانہ سماجی ورفاہی خدمات کے لیے ہر مذہب و فکر کے بہت سارے ادارے سرگرم عمل ہیں جن میں اکثریت غیر مسلموں کی ہے، یہ بھی بڑا المیہ ہے کہ جو کارنامہ ہماری تہذیب و روایت کی اہم شناخت تھی آج وہ دوسروں کے قبضہ میں ہے۔ دیگر اہل مذاہب اپنے اپنے نظریات کو فروغ دینے کے لیے اس کو بخوبی استعمال کررہے ہیں اور پوری دنیا کی نظر میں خود کو انسانیت کا سب سے بڑا خیر خواہ ثابت کررہے ہیں مگر اس میدان میں ہماری بے التفاتی و بے رغبتی کم ہونے کا نام نہیں لے رہی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عالمی منظرنامے پر ہماری اہمیت دن بدن گھٹ رہی ہے۔ آج بالخصوص ہند و نیپال میں اسلام کی موثر نمائندگی کے لیے از حد ضروری ہے کہ خانقاہیں اپنے اسلاف کے اس قیمتی میراث کو از سر نو زندہ کریں اور مروج خانقاہی نظام کی اصلاح کریں۔ انسانی بہبود کے نام پر جو روایت خانقاہوں میں پہلے تھی وہ تقریبا ناپید ہوتی جارہی ہے اور ایسے مراسم فروغ پارہے ہیں جو لوگوں کو صوفیہ اور اسلام سے قریب کرنے کے بجائے دور کررہے ہیں۔ عقیدت و محبت پیدا کرنے کے بجائے نفرت و وحشت کا سبب بن رہے ہیں۔ ضروری ہے کہ صوفی روایت کے اس اہم گوشہ پر حرکت و بیداری لائی جائے اور ارباب خانقاہ، مراسم کی پابندی سے زیادہ اس فریضے کا حق ادا کریں اور اپنی میراث کی حفاظت کریں اور صوفیہ سے عقیدت رکھنے والے ان کے منہج کے مطابق منظم رفاہی ادارے قائم کریں۔

خدمت کے جدید تصورات

موجودہ سماجی بہبود و رفاہ عامہ کے جو نئے نئے گوشے کھل کر سامنے آئے ہیں آج ان پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ دین حق کے مشن کو مزید تقویت واستحکام ملے، ماضی میں اسلاف نے انسانی اخوت وہمدردی کے جذبے سے جو خدمات اور رفاہی کام انجام دیے ہیں موجودہ ماحول میں ان کاموں کی ضرورت واہمیت بلاشبہ اپنی جگہ مسلم ہے مگر ساتھ ہی ساتھ ہمیشہ یہ بھی ملحوظ رہے کہ زمانہ کا تیور رفتار زمانہ کے ساتھ بدلتا رہتا ہے کسی ایک چیز کی کئی کئی شکلیں پیدا ہوتی رہتی ہیں، اس میں وسعت وتنوع کا تسلسل قائم رہتا ہے چنانچہ عصری تقاضوں کے پیش نظر اس معاملہ میں بھی نوع بہ نوع اضافے ہوئے ہیں لہذا خانقاہوں میں ایسے فلاحی ورفاہی کاموں کو بھی شروع کرنے کی ضرورت ہے جو خدمت کے جدید رجحانات وتصورات کے زیر اثر سامنے آئے ہیں مثلاً:

سوشل ورک کے رجسٹرڈ ادارے قائم کیے جائیں جیسے فاونڈیشن، ویلفیر سوسائٹی، ٹرسٹ وغیرہ تاکہ قانونی اعتبار سے کسی کام پر حکومت کی نظر میں شبیہہ، مشکوک نہ ہونے پائے اور اس کے تحت دینی ترجیحات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کام انجام دیا جائے۔

صحت وحفظان صحت کے نام پر طبی کیمپ لگائے جائیں جس میں غریب ونادار افراد کو مفت طبی سہولیات فراہم کیے جائیں، ان کی مفت جانچ اور دوا کا انتظام کیا جائے۔

تعلیم گاہیں قائم کی جائیں اور اس میں عصری تعلیم کا بھی انتظام ہو، اگر ممکن ہوسکے تو مختلف شعبوں کے الگ الگ ادارے قائم کیے جائیں جیسے میڈیکل کالج، انجینیرنگ کالج وغیرہ تاکہ وہاں خادم مزاج اہل ہنر پیدا ہوں۔

ناگہانی آفتوں کے وقت متاثرہ علاقوں میں امدادی پیکج بھیجے جائیں اور وہاں کی ضرورتوں کے لحاظ سے سامان فراہم کرائے جائیں۔

ے معذور و غیر مستطیع طلبہ کی تعلیمی کفالت کی جائے، ان کے لیے وظائف کا انتظام ہو تاکہ وہ بے فکر ہو کر تحصیل علم میں مشغول رہیں۔

ے جو لوگ علمی اور دینی خدمات میں مصروف ہیں ان کی حسب ضرورت مالی امداد کی جائے اور ان کے لیے مستقل فنڈنگ کا انتظام ہو تاکہ وہ فکر معاش سے آزاد ہو کر خدمت میں لگے رہیں۔

ے صنعت و حرفت میں تعاون: معاشرہ کے کمزور طبقات کی معاشی بدحالی دور کرنے کے لیے صنعت و حرفت کے ادارے یا ٹریننگ سینٹر کھولے جائیں تاکہ بے ہنر لوگ ہنر مند بن سکیں اور روزی روٹی کمانے کے قابل ہو جائیں۔ حدیث میں ایسے لوگوں کی مدد کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کون سا عمل افضل ہے ؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔ پھر میں نے پوچھا کہ کس غلام کی گردن آزاد کرنا افضل ہے ؟ تو آپ نے فرمایا: جو بیش قیمت ہو اور اپنے آقا کے لیے زیادہ نفیس ہو۔ میں نے عرض کیا کہ اگر میں اس کی استطاعت نہ رکھنے کے سبب یہ نہ کر سکوں ؟ تو آپ نے فرمایا: اس شخص کی مدد کرو جس کے بچے غربت کی وجہ سے ضائع ہو رہے ہوں یا اس کی مدد کرو جو بے ہنر ہو۔ (بخاری، حدیث: ۲۵۱۷)

میڈیا سینٹر کا قیام۔ آج کا دور صحافتی و برقی ذرائع ابلاغ کا دور ہے۔ اصلاحی و اخلاقی افکار کی ترسیل کے لیے میڈیا سب سے موثر ذریعہ ہے۔ دین اور اخلاقیات، سماجی اصلاح و بیداری کے لیے رسائل و کتابچے شائع کرانا، پمفلٹ تقسیم کرانا، ٹی وی چینلز قائم کرنا، ریڈیو اسٹیشن، انٹرنیٹ پر ویب سائٹز بنانا، اصلاحی و تعمیری مواد پر مشتمل مختلف آڈیو و ویڈیو کلپز تیار کرا کے اس کی نشر و اشاعت کرنا وغیرہ۔ یہ سارے کام صدقۂ جاریہ کے برابر ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ آج ہم پوری دیانت داری و جوش وجذبہ کے ساتھ عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہوکر فلاحی و رفاہی کاموں میں سرگرم عمل رہیں گے تو ہماری بقاو استحکام پر نہ کوئی خطرہ وارد ہو گا نہ ذلت و خواری سے دوچار ہونا پڑیگا بلکہ ہم اپنے دین کی عظمت کو لوگوں کے ذہن وفکر میں مضبوطی کے ساتھ بیٹھا سکتے ہیں اور اپنی اہمیت کا احساس بھی کرا سکتے ہیں۔

ایں قدر گفتیم باقی فکر کن۔

❁❁❁

Islam men Ihteram-e- Insaniyat & Khidmat ka Tasawwur

اولیا کونسل نارتھ امریکہ شمالی امریکہ کا ایک رجسٹرڈ روحانی وسماجی ادارہ ہے جس کا ہدف صوفیائے کرام کے افکار وتعلیمات کو عام کرنا اور خلق خدا کو جادہ مستقیم کی رہنمائی کرنا تصوف وخانقاہیت کی حقیقی تصویر پیش کرنا ہے۔انہیں اہداف واغراض کے لیے اس ادارہ کے تحت مختلف سرگرمیاں اور پروگرامز چل رہے ہیں۔فی الوقت خانقاہ چشتیہ فریدیہ حسینہ سجادیہ اور مسجد بابو ذوالفقار کے قیام کے ساتھ ساتھ ایک سہ ماہی رسالہ،صوفی ٹائمز، اردو اور انگریزی دونوں زبان میں شائع کیا جاتا ہے نیز عرفان واحسان چینل کا بھی آغاز ہو چکا ہے جس پر تفسیر قرآن سیریز، مکالمہ سیریز، پیام سیرت سیریز اور عرفان وتصوف سیریز جیسے وقیع ومفید پروگرامز نشر کیے جاتے ہیں۔ خانقاہ میں مختلف علمی وروحانی مجالس کا وقتاً فوقتاً اہتمام بھی کیا جاتا ہے اور نامور اسکالر کو مدعو کر کے محاضرہ وخطاب بھی کرایا جاتا ہے۔آپ اس ادارہ کی کارکردگی کو ضرور دیکھتے رہیں اور اپنا ممکنہ تعاون بھی پیش کرتے رہیں۔اس میں مالی تعاون پیش کرنے کے لیے venmo@auliyacounci کا استعمال کریں۔

مزید معلومات کے لیے درج ذیل ای میل پر رابطہ کریں

auliyacouncil@gmail.com

Publisher
Imam Ali Research Center. Auliya Council of North America
85-Mount Hope Road, Mahopac, New York, USA